

تفسير احمد

سُورَةُ الْفَتَاكِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الفيل» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الفیل

جزء (30)

یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس کی پانچ آیتیں ہیں

وجه تسمیہ:

اس سورت میں اصحاب فیل کا واقعہ ذکر ہونے کی وجہ سے اس کا نام "فیل" رکھا گیا ہے، یہ نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔ سورہ مبارکہ الفیل ایک عظیم تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نبی ﷺ کی بعث سے پہلے جزیرہ نما عرب کی تاریخ میں کافی مشہور تھا، یہ واقعہ اس پاک سر زمین پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی کا اظہار تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے آخری نور اور نئے عقیدے کی افزائش گاہ کے لیے منتخب کیا تھا، اور ایک ایسا مقام ہو جہاں سے یہ نیا عقیدہ زمین کے دیگر خطوں کی طرف اپنی لشکر کشی کے مقدس مہم کا آغاز کرے، اور رہنمائی، سچائی، حق، نیکی، بھلائی اور اچھائی کو زمین کے چاروں اطراف میں پھیلا دے۔

سورت فیل کے نزول کا وقت

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکہ ہے، سورۃ الکافرون کے بعد اس کا نزول ہوا ہے، اگر اس کے تاریخی پس منظر میں نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی۔

سورة الفیل کا سورة الہمزہ سے رابطہ و مناسبت

سورہ ہمزہ میں ایسے شخص کے بارے میں بحث کی گئی ہے جو عیب تلاش کرنے والا، طنز کرنے والا، اور ذخیرہ اندوز ہے، اس دھوکے میں رہتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور سورۃ فیل میں اصحاب فیل کے واقعہ کا بیان ہے کہ وہ بہت مضبوط، مال دار مگر نافرمان تھے، خدائے بزرگ و برترنے سب سے چھوٹے پرندے کے ذریعے انہیں کچل کر تباہ کر دیا اور وہ تمام دولت، طاقت، مقام اور مرتبہ ان کے کسی کام نہ آیا اور ان کی ہرچال ناکام ہو گئی۔

سورة الفیل کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

اس سورت میں ایک (۱) رکوع، پانچ (۵) آیتیں، چوبیس (۲۴) الفاظ، چورانوے (۹۴) حروف اور چھیالیس (۴۶) نقطے ہیں۔

سورة الفیل کا مکمل موضوع

یہ سورہ، جیسا کہ اس کے نام سے پتہ چلتا ہے، ایک مشہور واقعے کی طرف

اشارہ کرتی ہے جو مکہ میں اسلام کے عظیم پیغمبر محمد ﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے "خانہ کعبہ" کو کفار کے ایک بڑے لشکر سے محفوظ رکھا جو یمن سے ہاتھیوں پر سوار ہو کر آیا تھا۔ اس واقعے کو یاد دلانا متکبر اور ضدی کافروں کے لیے اللہ کی طرف سے تنبیہ اور سرزنش ہے کہ تم خدا کی قدرت کے سامنے ذرہ برابر بھی طاقت نہیں رکھتے، وہ خدا جس نے ہاتھیوں کی بڑی فوج کو ان چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعے کچل دیا اور "جِبَارَةٌ مِّنْ سِجِّيلٍ" چھوٹے کنکروں کے ساتھ، وہ اللہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ ان ضدی متکبروں کو سزا دے۔

سورہ فیل دو حصوں پر مشتمل ہے:

پہلا حصہ: آیات "1 اور 2" اس سازش کے بارے میں بحث ہے کہ، جب زمین پر خدا کی حکمرانی کے مرکز کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی گئی یعنی: خدا کے گھر بیت اللہ کو کیسے بے اثر کیا جائے، کیونکہ روئے زمین پر ایسے بندے نہیں تھے جو خدا کے دین اور اس کی حکمرانی کے مرکز کا دفاع کرتے تو خدا تعالیٰ نے خود براہ راست عملی اقدام کیا اور یہ خدا تعالیٰ کی سنت اور طریقہ ہے، پوری تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اس کے دین کے دفاع کے لیے کوئی نہیں ہوتا تو وہ خود براہ راست مداخلت دین دشمن قوتوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

دوسرا حصہ: تیسری آیت سے سورت کے آخر تک، سازش کرنے والوں کو تباہ کرنے کے بارے میں ہے، کمزور سازش کرنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق بہت بڑے اور طاقتور ذریعے کو اللہ کے خلاف استعمال کرنا چاہا تھا اللہ نے کمزور ترین ذریعے کو ان کے طاقتور اسباب کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا، اور یہ بتادیا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح نہیں ہے کہ طاقتور اور مضبوط ذرائع و اسباب کا محتاج ہو، بلکہ وہ کمزور ترین اسباب سے بھی بڑے کام لیتا ہے، جبکہ انسان سے اگر اس کے ذرائع و اسباب چھین لیے جائیں تو وہ بے بس ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ 570ء میں پیش آیا، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے "576ء" سال بعد، دشمن نے منصوبہ بنایا کہ اس مرکز کو جو مسلمانوں کے اجتماع اور اتحاد کی جگہ ہے، اسے روئے زمین سے مٹا دے۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"الْمَرَّتْ" کیا نہیں دیکھا تو نے؟ دیکھنے سے مراد، سننا اور باخبر ہونا ہے،

ملاحظہ کیا جائے: بقرہ آیات "243 اور 258 فجر:6)۔

مخاطب اگر چہ پیغمبر ہیں، لیکن عام لوگ مراد ہیں، "اصحاب الفیل" ہاتھی

والے، "اَلَمْ يَجْعَلْ" کیا نہیں بنا یا؟ "كَيْدًا" چال، سازش، "تَضْلِيلٍ" (ضل): الجہنا، بگاڑنا، بے اثر ہونا، منزل سے ہٹ جانا۔
 "طَيْرًا" پرندے، جمع اور مفرد دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، "اَبَابِيْلَ" جھنڈ اور گروہ کے بعد گروہ، یکے بعد دیگرے اور پے در پے گروہ، "سَجَّيْلٍ" سنگ اور گل کا معرب، وہ مٹی جو پتھر بن گیا ہو، (متحجر) مٹی جو سخت اور مضبوط ہوئی ہو، "كَعَصْفٍ" بھس، سوکھی گھاس، بوسیدہ درخت کا پتا، گندم اور جو کا بھوسا وغیرہ (رحمن: ۱۲) "مَّا كُوْلٍ" آفت زدہ اور کیڑے کا کھا یا ہوا، "كَعَصْفٍ مَّا كُوْلٍ" آفت زدہ پتا اور کیڑے کا کھا یا ہوا، چبایا ہوا پتا، اور جانوروں کے منہ سے گرا ہوا وہ پتا جس کا بیج کھایا گیا ہو، اور بھوسے میں تبدیل ہو گیا ہو، (روح البیان)۔

اصحاب فیل کا واقعہ (ہاتھی کی سواری)

اصحاب فیل کا واقعہ (ابرہہ اور اس کا لشکر) عبرت والے تاریخی، معجزانہ اور مشہور واقعات میں سے ہے کہ قرآن عظیم کے تمام واقعات میں اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔
 اس سورت کے موضوع، مشتملات اور انداز بیان سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے، اس کی پانچ (۵) آیتیں ہیں۔
 یاد رہے کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا، رب عظیم نے کعبہ کو یمن سے ہاتھیوں پر سوار ہو کر آنے والے بڑے لشکر کے شر سے بچایا، یہ واقعہ جو "اصحاب فیل" کے نام سے مشہور ہے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا۔

مفسرین اس واقعے کی ابتدا کی بارے میں لکھتے ہیں: یمن پر برسوں تک حکومت کرنے والے بادشاہوں میں سے ذونواس نے ایک دن "یثرب" شہر کا سفر کیا، وہ اس سفر میں مدینہ سے ہجرت کر کے آنے والے یہودیوں کے پروپیگنڈے سے بہت زیادہ متاثر ہوا، یہودیوں کے پروپیگنڈے کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ ذونواس نے اپنے آبائی دین بت پرستی کو چھوڑ کر دین یہودیت قبول کر لیا۔

اس نئے دین کو ذونواس کے دل میں گہرا اثر ڈالنے میں زیادہ دیر نہیں لگی، اور یہ جنونی یہودیوں میں شامل ہو گیا، اس کی مذہبی انتہا پسندی اس حد تک پہنچ گئی کہ بالآخر اس نے فیصلہ کر لیا جزیرہ نما عرب کے سارے قبائل کو اور خاص طور پر وہ شہر جو اس کی سلطنت کے ماتحت ہے، دین یہود میں داخل کرے، اس لئے باقائدہ منصوبے کے تحت دوسرے مذاہب

کے پیروکاروں کو طرح طرح کی اذیتوں اور جبر کا نشانہ بنایا، تاکہ اس دباؤ کے نتیجے میں لوگوں کو دین یہودیت قبول کر لیں، اور اس کی تابعداری کریں، ذونو اس اپنے دعوتی پروگرام کو بہت کم وقت میں چالاکی سے نافذ کرنے میں کامیاب رہا اور عربوں کی بڑی تعداد کو دین یہودیت میں داخل کر لیا۔

یمن کے شمالی اور پہاڑی شہروں میں سے ایک شہر "نجران" کے لوگوں نے کچھ عرصہ قبل مسحیت کو قبول کر لیا تھا، اور اس کا اثر ان کے روحوں پر پڑا، تو انہوں نے اس مذہب کا بھرپور دفاع کیا، اسی وجہ سے انہوں نے ذونواس کی خلاف بغاوت کی، اور اس یہودی کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

ذونواس کو نجران کے لوگوں کی یہ بغاوت پسند نہیں آئی، ان کے اس عمل سے وہ ناراض تھا، اس لیے انہیں اذیت دینے اور یہودی مذہب کو قبول کرنے پر مجبور کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ذونواس نے اپنے مذہبی مقصد کی تکمیل کے لیے ایک بڑی خندق کھودنے اور اس میں بہت زیادہ آگ جلانے کا حکم دیا۔

اور جو لوگ یہودی مذہب کے بنیادی اصولوں کے مخالفت کرتے، انہیں اس آگ میں جلاجاتا۔

ذونواس کے مبلغین نے نجران کے عیسائی پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد کو اس کھائی میں جلا دیا، اور متعدد لوگوں کو تلوار سے مار کر ان کے ہاتھ، پاؤں، کان اور ناک کٹوا دیے، اور اپنا مذہب اہل نجران پر مسلط کر دیا۔ مؤرخین نے ان مذہبی مظالم میں ہلاکتوں اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۰ ہزار تک بتائی ہے جو اس زمانے کے آبادی کے تناسب سے بہت زیادہ تھی، قرآن کریم کے مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے مطابق اصحاب اخدود کا جو قرآن پاک کی سورہ بروج میں ذکر ہے، وہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

لفظ "اخدود" زمین میں ایک بڑے گڑھے اور خندق کا معنی دیتا ہے، "اصحاب اخدود" وہ ظالم اور جابر تھے جو زمین کو کھودتے تھے اور اسے آگ سے بھر دیتے تھے، اور مؤمنین کو ایمان کے جرم میں اس میں پھینکتے تھے اور آخری شخص تک کو جلا دیتے تھے۔

"الاخدود" ایک شہر ہے جو نجران کے جنوب میں یمن کے ملک میں ہے جس کا ذکر قرآن عظیم میں سورہ بروج (آیت: ۳) میں ہوا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس شہر کے لوگ "یوسف ذی نواس" کے حکم پر اصحاب اخدود کی ظالمانہ آگ میں جلا دیے گئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں: کہ اس بادشاہ کا اصل نام: "یوسف ذی نواس بن زرعہ بن تیان اسعد ابوبکر" اور اس کا لقب "ذونواس" تھا، مؤرخین یہ بھی اضافہ کرتے ہیں: کہ ان مظالم کی گرفت میں نجران کے علاقے کے عیسائی رہنماؤں میں سے ایک رہنما اس جنگ اور قتل عام سے بچنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس کو اتنا موقع ملا اور وسائل دستیاب ہوئے کہ خود کو ذونواس کے سپاہیوں کے شہر سے مخفی رکھے اور شہر سے فرار ہونے میں کامیاب ہو۔

یہ شخص قسطنطیہ میں شہنشاہ کے دربار میں پہنچا، اور نجران کے عیسائیوں کے قتل عام کی داستان رومی بادشاہ کو سنائی اور مدد مانگی اور "ذونواس" سے بدلہ لینے کی درخواست کر دی۔

رومی شہنشاہ اس غم انگیز واقعے کا سن کر بہت سخت متاثر ہوا، درخواست کے جواب میں کہا: آپ کا ملک جغرافیہ کے لحاظ سے ہم سے بہت دور ہے، لیکن میں حبشہ کے بادشاہ "نجاشی" کو خط لکھتا ہوں تا کہ اس معاملے میں آپ کی مدد کرے، قسطنطیہ کے شہنشاہ نے نجاشی کے دربار میں ایک خط بھیجا، نجاشی نے یہ خط پڑھ کر ایک بڑا لشکر (ساتھ سے ستر ہزار آدمی) یمن کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کی کمان اور سربراہی "ابرہہ" نامی شخص کو دی گئی، جو "صبح" کا بیٹا اور اس کی کنیت ابو یکسوم تھا، ہکذا ایک اور روایت کے مطابق نجاشی نے اس لشکر کی سربراہی اور کمان میں "ارباط" نامی شخص کو مقرر کیا، اور "ابرہہ کو" جو کہ ایک جنگجو سپاہی تھا اس کے ساتھ کر دیا۔

"ارباط" کو حبشہ سے بحیرہ احمر کے کنارے تک، اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعے یمن کے خطے تک پہنچاتا تھا۔

ذونواس کو جب اس معاملے کا پتا چلا تو وہ یمنی قبائل پر مشتمل ایک فوج اپنے ساتھ لے کر حبشیوں سے لڑنے کے لیے آیا، اور جب جنگ شروع ہوئی تو ذونواس کی فوج حبشہ کے لوگوں کے خلاف مزاحمت کرنے میں ناکام رہی، اور شکست کھا گئی، اور ذونواس اس شکست کو برداشت نہ کرتے ہوئے خود کو سمندر برد کر دیا اور سمندر میں غرق ہو گیا۔

حبشہ کے لوگ یمن میں داخل ہوئے، اور کئی سال تک وہاں حکومت کرتے رہے، "ابرہہ نے" کچھ عرصہ بعد "ارباط" کو قتل کر کے خود اس کا جانشین بن گیا، اور یمن کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا، اور نجاشی کو جو کہ "ارباط" کے قتل کرنے سے غصہ میں تھا کسی طریقے سے راضی کر لیا۔

اس دوران جب "ابرہہ" یمن میں تھا تو اس نے محسوس کیا کہ اس علاقے کے عرب خواہ وہ بت پرست ہوں یا مشرک یا دوسرے، مکہ اور خانہ کعبہ کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں، چنانچہ ان کی نظروں میں کعبہ کا خاص

احترام ہے اور ہر سال ایک بڑی تعداد میں یمنی لوگ خانہ کعبہ جاتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں، اس نے دھیرے دھیرے سوچا کہ مکہ کا یہ روحانی اور معاشی اثر اور کعبہ کی زیارت سے جو تعلق قبائل عرب نے ایجاد کیا ہے، ایک دن اس کے لیے اور دوسرے حبشیوں کے لیے جو جزیرہ نما عرب اور ملک یمن میں آباد ہوئے تھے کسی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے، یعنی ان کو یہاں سے نکال باہر کرنے کا سوچ سکتے ہیں۔

لہذا اس پریشانی کو ختم کرنے کے لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ جہاں تک ممکن ہو یمن میں ایک شاندار ہیکل تعمیر کرے، اور اس کی خوبصورتی، تزئین اور آرائش میں خوب محنت کرے، اور اس علاقے کے عربوں کو جس طریقے سے بھی ہو اس کی طرف متوجہ کرے اور کعبہ کی زیارت سے روکے۔

ابراہیم نے یمن میں اس مقصد کے لیے جو معبد، ہیکل تعمیر کیا اس کا "قلیس" نام رکھا، اور اس کے تعظیم، احترام اور آرائش و خوبصورتی میں آخری حد تک کوشش کی، لیکن اس کی برسوں کی کوششوں کا اس کو معمولی نتیجہ بھی نہیں ملا، اس نے دیکھا کہ عرب اب بھی خلوص، شوق اور جذبہ کے ساتھ ہر سال کعبہ کی زیارت اور حج کے فرائض انجام دینے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں، اور اس کے شاندار معبد پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اس کے برعکس ایک دن اس کو اطلاع ملی کہ "کنانہ" کے اعراب میں سے ایک شخص "قلیس" کے معبد خانے میں گیا، اور اسے گندگی سے آلودہ کر کے واپس اپنے شہر کی طرف چلا گیا۔

تفسیر "جلوہ های از اسرار قرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: "کہتے ہیں کہ القلیس کے کلیسا کی توہین کی گئی ہے، عبادت گاہ کے اندر کچرا پھینکا گیا، یا اس کے کسی حصے کو آگ لگا دی گئی، بعض لوگ اسے ابراہیم کے اعلان کے خلاف قریش کا جوانوں کی ردعمل سمجھتے ہیں، اور بعض لوگ اسے سازش کہتے ہیں جو عیسائیوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے کی گئی تھی۔"

بہر حال اس واقعہ کے بعد ابراہیم کے مشہور ترین مذہبی مرکز میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، اس نے مکہ جاکر خانہ کعبہ کو تباہ کرنے اور یمن کی روحانی اور اقتصادی طاقت کو بحال کرنے کا خود سے عہد کر لیا۔

ابراہیم (۵۷۰-۵۷۱) عیسوی میں ساٹھ سے ستر ہزار افراد پر مشتمل لشکر جس میں "۹ یا ۱۳" ہاتھی بھی تھے شہر مکہ کی طرف لے چلا، عربوں کو جب ابراہیم کے فیصلے کا علم ہوا، تو انہوں نے حملے کو پسپا کرنے کے لیے اپنی جنگی تیاریاں شروع کیں، اسی دوران یمنی عوام کے ایک مشہور شیخ "ذونفر" کے نام سے اپنے لوگوں کو کعبہ کے دفاع کے لیے بلایا اور

دوسرے عرب قبائل کو بھڑکایا، اور ایک تقریر کے ذریعہ ان کی غیرت اور جذبے کو بیدار کیا کہ خدا کے دشمن خدا کے گھر کے خلاف لوگوں کا ایک گروہ لے کر ابرہہ کے خلاف جنگ کے لیے آرہا ہے۔ لیکن اس کی فوجوں میں ابرہہ کے منظم فوجوں کے خلاف لڑنے کی قابلیت نہیں تھی، اس کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ خود ابرہہ کی فوجوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور جب اسے ابرہہ کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، تو ذونفر نے یہ دیکھ کر کہا: مجھے قتل مت کرو، شاید میرا زندہ رہنا تیرے لیے فائدہ مند ہو۔

بعد اس کے کہ ذونواس کی قوتیں جنگ میں شکست کھا گئیں تو یمنی قبائل کے ایک اور شخص "نفیل بن حبیب خثعمی" کے نام سے جہاد کا علم اٹھایا خانہ کعبہ کے دفاع کے لیے، ابرہہ کے فوجوں سے مقابلہ کے لیے کمر کس لی، ختم قبائل کے بہت سے آدمیوں کے ساتھ ابرہہ کے خلاف جنگ کے لیے آیا، لیکن وہ بھی "ذونفر" کے انجام سے دو چار ہوا اور ابرہہ کی فوجوں کے ہاتھوں قیدی بن گیا۔

ابرہہ کے فوج کے خلاف قبائل کی پے در پے شکست سبب بنی کے دوسرے قبائل کے لوگوں نے ابرہہ کے راستے میں آنے اور جنگ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور اس کی تابع داری اور فرمانبرداری کرنے میں عافیت جانی، ان میں سے ایک ثقیف قبیلہ تھا جو طائف میں رہتا تھا، جب ابرہہ آیا تو خوشامد اور چاپلوسی کے لیے اپنی زبان کھولی کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، اور مکہ پہنچنے اور آپ کو اس مقصد کے حصول کے لیے راستہ دکھائیں گے، ایک راستہ بتانے والا بھی آپ کے ساتھ کر لیں گے، یہ کہنے کے بعد ایک شخص "ابورغال" کے نام سے اس کے ساتھ بھیج دیا، ابورغال نے ابرہہ کے لشکر کی مکہ سے چار کیلو میٹر دور "مغمس" کے مقام تک رہنمائی کی، وہاں پہنچنے کے بعد "ابورغال" بیمار ہو گیا، اور فوت ہو گیا اور انہوں نے اسے وہیں دفن کر دیا، جیسا کہ ابن ہشام لکھتے ہیں: اب جو لوگ وہاں پہنچتے ہیں وہ ابورغال کی قبر کو پتھر مارتے ہیں، جیسے ہی ابرہہ "مغمس" پہنچ گیا، اپنے سرداروں میں سے ایک سردار "اسود بن مقصود" کو مقرر کر دیا کہ اس علاقے کا مال مویشی لوگوں سے جمع کرے، اور ان کے ساری جائیداد اور مویشی ابرہہ کے پاس لے آئے۔

"اسود" اپنے سپاہیوں کو ایک کثیر تعداد کے ساتھ اس علاقے کی چاروں طرف لے گیا اور جہاں مال مویشی یا اونٹ ملے سب کو جمع کر کے قبضہ کر لیا اور ابرہہ کے پاس لے آیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں ان اونٹوں میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے تھے، جو مکہ کی اطراف میں چر رہے تھے، "اسود" کے سپاہی ان کو ابرہہ کے پاس لے گئے، قریش کے سرداروں کو جب اس کی اطلاع ملی تو پہلے انہوں نے چاہا کہ ابرہہ کے ساتھ لڑکر اپنا قبضہ شدہ مال مویشی دوبارہ لے لیں، لیکن جب ان کو ابرہہ کے لشکر کی تعداد کے بارے میں معلوم ہوا تو اس ظالم کے تابع ہو گئے۔

اس موقع پر ابرہہ نے ایک شخص جس کا نام "حناطہ" حمیری تھا کو مکہ بھیج دیا، اور اس سے کہا کہ: تو مکہ شہر جاؤ اور قوم کے سرداروں کو پہچاننے کے بعد ان سے بات کر کے بتاؤ ہم مکہ میں جنگ لڑنے اور خونریزی کرنے نہیں آئے ہیں، بلکہ ہمارے آنے کا صل مقصد خانہ کعبہ کو ڈھانا ہے، اگر تم لوگ ہمارے کام میں رکاوٹ نہ بنو تو ہمیں تمہاری جان سے کوئی سروکار نہیں ہے، اور آپ لوگوں کے خون بہانے کا ارادہ نہیں ہے جب حناطہ اس مقصد کے لیے نکلنے لگا، اس سے کہا: اگر تو نے اندازہ لگایا یا محسوس کیا کہ قوم کے سرداروں کا ہم سے لڑنے کا ارادہ نہیں ہے تو انہیں میرے پاس لے آؤ۔

حناطہ دی گئی ذمہ داری کا حکم ملنے کے بعد شہر مکہ کی طرف روانہ ہوا، جب شہر مکہ پہنچ گیا تو اس نے قوم کے سرداروں اور بڑوں کو تلاش کرنا شروع کیا، مکہ کے باسیوں نے اس کو سیدھا عبدالمطلب کے گھر بھیج دیا، اس نے عبدالمطلب کے پاس پہنچ کر ابرہہ کا پیغام سنایا، اور اس سے کہا کہ: ابرہہ کہتا ہے کہ: میں اہل مکہ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، میں آیا ہوں صرف کعبہ کو تباہ کرنے کے لیے، اگر میرے اس مقصد کو مانتے ہو تو مذاکرات اور جرگہ کے لیے اپنا نمائندہ میرے پاس بھیج دو، اسی دوران اہل مکہ نے ایک مشاورتی جلسہ منعقد کیا، اور اس منصوبے کے بارے میں مشترکہ فیصلہ کیا، مکہ کے سرداروں نے ابرہہ کے اس دھمکی آمیز خط کے بعد عبدالمطلب کو مذاکرات کے لیے ابرہہ کے پاس بھیج دیا، عبدالمطلب نے جواب میں کہا: خدا کی قسم ہم ابرہہ کے ساتھ جنگ کا خیال نہیں رکھتے اور اس سے جنگ کرنے کی طاقت بھی ہم میں نہیں ہے، یہ تو خدا کا گھر ہے اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اس کی تباہی کو روکے گا، نہیں تو خدا کی قسم ہم ابرہہ کو شکست نہیں دے سکیں گے۔

اس دوران عبدالمطلب اپنے چند فرزندوں کے ساتھ محاذ جنگ پر ابرہہ کی طرف چلے گئے، اس سے پہلے کہ عبدالمطلب ابرہہ کے کیمپ پہنچے اور ابرہہ سے ملے "ذونفر" نامی شخص کو عبدالمطلب کی آمد کا علم ہوا، اس نے ابرہہ کے پاس کسی کو بھیجا اور اسے عبدالمطلب کی عظیم شخصیت

کے بارے میں آگاہ کیا اور ان سے کہا: یہ شخص قریش کا پیشوا اور سربراہ ہے، اور اس سرزمین کے عظیم ہستیوں میں سے ہے، اور وہ ایسا شخص ہے جو اس علاقے کے لوگوں کو اور صحرا کے حیوانات کی دیکھ بال کرنے والا اور پالنے والا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب مبارک داڑھی، چوڑا کندھا، روشن اور پرکشش چہرے والے مضبوط آدمی تھے، جیسے ہی عبدالمطلب ابرہہ کے پاس پہنچے تو ابرہہ اسے دیکھ کر بہت متاثر ہوا، کہتے ہیں کہ ابرہہ اپنے تخت سے نیچے اترا اور عبدالمطلب کے احترام میں ان کے مشیروں کے مشورے کے مطابق زمین پر ان کے قریب بیٹھ گیا، سلام کرنے کے بعد ابرہہ نے عبدالمطلب سے بات شروع کی، اور ان کے سامنے اپنا مقصد جو کہ کعبہ کے تباہی تھی پیش کر دیا۔

عبدالمطلب نے ابرہہ کی باتوں کو غور سے سنا اور اس کی گفتگو کے درمیان اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا، کچھ بھی نہیں کہا، ابرہہ نے گفتگو کے اختتام پر عبدالمطلب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اگر آپ کی مجھ سے کوئی درخواست ہے تو کہہ سکتے ہیں، عبدالمطلب نے ابرہہ کے ترجمان سے کہا: تمہارے لشکر اور سپاہیوں نے میرے دوسو اونٹ لوٹے ہیں، ان کو ہدایت کریں کہ وہ مجھے واپس کر دیں۔

عبدالمطلب کی اس درخواست پر ابرہہ بہت حیران ہوا، اور مترجم سے کہا: عبدالمطلب سے کہو: جب میں نے تمہیں دیکھا تو میرے دل میں تمہاری عظمت پیدا ہوئی، لیکن جب میں نے تمہیں اپنے مال کے بارے میں مطالبے کی بات کرتے ہوئے سنا تو تیری عظمت میرے سامنے کم ہوئی، حیرت ہے کہ آپ اپنے اونٹوں کی واپسی پر اصرار کر رہے ہو، لیکن کعبہ جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کی عبادت گاہ ہے، اور میں نے اب اس کی ویرانی اور تباہی کے لیے کمر کس لی ہے تم کوئی بات نہیں کرتے۔

عبدالمطلب نے ابرہہ کو جواب دیتے ہوئے کہا: "اناربالابل وان للبيت رباً سمينعه!" (میں ان اونٹوں کا مالک ہوں جن کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہوں، اور اس گھر کا مالک ہے جو کہ خود اس کی حفاظت کرے گا)۔

واقعی ایسا ہی ہوا، جب ابرہہ کی فوج وادی محسر کے علاقے میں پہنچی تو ابابیلوں نے ابرہہ کے لشکر پر حملہ کر دیا، (تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ) انہوں نے ابرہہ کی غاصب فوج پر پتھر برسانا شروع کر دیے اور ابرہہ کی اس ساٹھ (۶۰) سے "۷۰" ستر ہزار افراد پر مشتمل فوج کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، اور کعبہ کو تباہی و بربادی سے بچالیا، یہ ایک آسمانی معجزہ ہے جو وادی محسر میں کعبہ کے دفاع میں پیش آیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد ابرہہ نے عبدالمطلب کے اونٹ اور مویشی ان کو واپس کرنے کا حکم دیا، عبدالمطلب بھی اپنے اونٹ لے کر مکہ پہنچے، اور جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو شہر کے لوگوں اور قریش کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں، اور شہر کو خالی کر دیں، پہاڑوں اور مکہ کے اردگرد کی وادیوں میں پناہ لے لیں، تاکہ اپنے بچوں اور اہل خانہ کی جان ابرہہ کے فوجوں سے محفوظ رکھیں۔

مکہ مکرمہ کو خالی کرنے کے حکم کے بعد عبدالمطلب قریش کے کئی سرداروں کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس آیا اور خانہ کعبہ کے دروازے کو پکڑ رستے آنسوؤں اور غم سے نڈھال دل کے ساتھ گریہ و زاری کرنے لگا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کو ہلاک اور نابود کر دے، اس کے الفاظ جو نظم کی صورت میں کہے یہ دو شعر ہیں:

یارب فامنع منہم حماکا،

یارب لا ارجولہم سواکا

امنعمہم ان یخربوا قراکا

ان عدو البیت من عاداکا

اے رب! مجھے ان کے مقابلے کے لیے تیرے سوا کوئی امید نہیں ہے، اے رب! ان سے اپنی حمایت اور مہربانی کو روک دے کیونکہ گھر کا دشمن وہی ہے جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے، اور تو ان کو اپنے گھر کو تباہ کرنے سے روک۔

کعبہ میں خلوص کے ساتھ دعا کرنے کے بعد وہ خود اور ان کے ساتھی اردگرد کے پہاڑوں پر لوگوں کے پیچھے چلے گئے، اور انتظار کرنے لگے کہ ابرہہ اور خانہ کعبہ کا کیا بنتا ہے۔

کعبہ پر حملے کا مقررہ دن

کعبہ پر حملے کا وعدہ شدہ دن آنے کے بعد ابرہہ کی فوج منیٰ اور مروہ کے درمیان وادی محسر میں پہنچ گئی، ابرہہ کا جنگی ہاتھی جس کا نام محمود (ماموت) تھا سپاہیوں کے آگے آگے چل رہا تھا، اچانک آگے بڑھنے سے رک گیا، کعبہ کی طرف جانے سے انکار کیا، تو انہوں نے اسے ڈنڈوں سے مارا اور تیز دھار والے لوہے سے مارا، لیکن (ماموت) نے کعبہ کی طرف جانے سے انکار کیا، ابرہہ کی افواج کی شکست کا پہلا نشان حملے کے پہلے گھنٹے میں ظاہر ہوا۔

ابابیلوں کی آمد

مفسرین لکھتے ہیں کہ: ابرہہ کی فوجی دستے ابھی ہاتھی کو قابو کرنے میں مصروف تھے کہ اچانک ابابیل سمندر کی طرف سے وادی محسر پر امنڈ آئے، ان ابابیلوں میں سے ہر ایک نے اپنی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں اٹھا کر لشکر پر حملہ کر دیا، یہ کنکریاں جس کو بھی لگتیں وہ شدید زخمی

ہوجاتا، اور اس کے زخموں سے خون اور پیپ جاری ہوتا، اس کا گوشت سڑ کر گر جاتا، کچھ زخمی ہو گئے، کچھ نے بھاگنے کو ترجیح دی۔ ابرہہ خود بھی اس خوفناک عذاب اور غضب الہی سے محفوظ نہ رہا، اور اس کے سر پر ایک کنکری پڑی، اور جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اس نے چند لوگوں کو حکم دیا جو محفوظ رہے تھے کہ اسے واپس یمن کی طرف لے چلیں، بہت کوشش اور تکلیف کے ساتھ یمن پہنچا، اس کے جسم کا گوشت سڑ کر گرا، اور انتہائی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں مر گیا۔

عبدالطلب جو اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ رہا تھا اور جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کو خانہ کعبہ کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے، ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی کا وقت آن پہنچا ہے، اس نے بلند آواز سے لوگوں کو کعبہ کے دشمنوں کی تباہی کی خوش خبری سنادی، اور ان سے کہا کہ: اپنے شہر اور گھروں کی طرف لوٹ جائیں، اور ان سے بچا ہوا مال غنیمت لے جائیں، لوگ خوشی اور جوش کے ساتھ شہر کو لوٹے۔

کہتے ہیں کہ: اس دن اہل مکہ کو بہت مال غنیمت ملا، اور قبیلہ خثعم جو لوٹ مار میں دوسرے قبیلوں سے زیادہ لالچی تھا دوسروں سے زیادہ مال غنیمت لے گیا، اور بہت سونا، چاندی، اونٹ اور گھوڑے ان کے ہاتھ لگے۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ: ابرہہ کی فوج میں چیچک کی بیماری پھیلی گئی، جو بہت سے فوجیوں کی ہلاکت کا سبب بنی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْفِيلِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِۙ ا۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيْلٍۙ ۝۲ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًاۙ اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلِۙ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍۙ ۝۵

سورت کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِۙ ا۱	تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيْلٍۙ ۝۲	کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا
وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًاۙ اَبَابِيْلَ ۝۳	اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلِۙ ۝۴	جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍۙ ۝۵	تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھس ہو

سورت کی تفسیر

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِۙ ا۱	تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟
--	--

خدا تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء اور شروع لفظ "اَلَمْ" سے کیا ہے، ان وجوہات کی بنیاد پر:

- 1 - خبر دینے کے لیے۔
- 2 - قریش پر احسان جتانہا، اور کعبہ کی حفاظت جیسی نعمت کا ذکر، پھر نعمت کا عملی شکر۔

اے پیغمبر! کیا آپ نے مشاہدہ نہیں کیا، نہیں دیکھا، نہیں سنا کہ رب نے اصحابِ فیل ہاتھیوں پر سوار ہو کر آنے والے لشکر کے ساتھ یعنی (ابرہہ) کا لشکر جو کعبہ کو ڈھانے آیا تھا) کیا کیا؟ آیت مبارکہ کا خطاب بظاہر پیغمبر ﷺ سے ہے، لیکن درحقیقت مخاطب صرف قریش ہی نہیں بلکہ تمام عرب کے لوگ ہیں، جو اس واقعہ سے بخوبی واقف تھے، قرآن کریم کی

متعدد سورتوں میں "الْمُتَرِّ" (کیا تم نے نہیں دیکھا) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان سے مراد صرف رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرنا نہیں بلکہ تمام لوگوں کو مخاطب کرنا ہے۔

یہاں پر "الْمُتَرِّ" کا جملہ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اس وقت مکہ اور اس کے اطراف میں، اور عرب کے ایک وسیع علاقے میں مکے سے یمن تک لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جنہوں نے اصحاب فیل کی تباہی کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ ابھی تک زندہ تھے، کیونکہ اس واقعہ کو تقریباً چالیس سال سے کچھ زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا، اور تمام عربوں نے اس واقعہ کی مسلسل خبریں ان لوگوں سے سنی تھیں، جنہوں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے ان کے لیے بھی یہ واقعہ ایسا ہی تھا جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔

یہ دکھائی دینے والا اور محسوس معجزہ ہے، تنبیہ اور عبرت حاصل کرنے کے لیے، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کی طرف متوجہ ہوں۔ مفسر ابو سعود لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی توجہ اپنے عمل کے معیار کی طرف مبذول کروائی ہے اور فرمایا: "كَيْفَ فَعَلَ" یہ نہیں کہا کہ: "الْمُتَرِّ مَا فَعَلَ رَبُّكَ" اس حقیقت کو یاد دلانے کے لیے کہ ایک بہت ہی خوفناک منظر پیش آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عجیب و غریب طریقے سے تباہ کر دیا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی نشاندہی کرتا ہے، اور اس کے علم و حکمت کے کمال کو ظاہر کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی شان کو ظاہر کرتا ہے، اس واقعہ کو (نبوت کے تمہیدی آثار: وہ حیران کن واقعات جو نبی کو نبوت ملنے سے پہلے درپیش آئیں) میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ روایت ہے کہ یہ واقعہ پیغمبر ﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا۔

کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا	الْمُتَرِّ مَا فَعَلَ رَبُّكَ فِي تَضْلِيلِ ۝۲
---	--

کیا اس نے انہیں تباہ نہیں کیا؟ کیا خانہ کعبہ کو ڈھانے کی ان کی کوشش بے سود لا حاصل او برباد نہیں ہوئی؟ کیا ان کے حیلوں اور چال بازیوں کو بے فائدہ نہیں بنایا اور نتائج کو ان کے اپنے نقصان میں نہیں بدلا؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رب نے ابرہہ کا تیر نشانے پر لگنے نہیں دیا۔

بلکہ جو پتھر انہوں نے کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے اٹھایا تھا اللہ ان کے اپنے پاؤں پر لگا، انہوں نے کعبہ کی عزت و عظمت کو کم کرنے کا سوچا تھا، کہ اسے تباہ کریں منہدم کر دیں، اس مقصد کے لیے اس نے ایک بڑی

اور اچھی فوج تیار کی تھی، انہوں نے فوجی مہم کے لیے ایک بہانہ بنایا، اپنے سپاہیوں کے جذبات کو مذہبی بہانوں سے کعبہ پر فوری حملہ کے لیے اکسایا تھا، آپ لوگوں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ جو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، اس خدا نے ابرہہ کے منصوبے کو ناکام بنادیا، اور اس کے لیس فوج کو نابود کر دیا، اس کے رومی حامیوں کو بے بس اور لاچار کر دیا: ابرہہ کی مسلح افواج کی شکست اور بربادی نے نہ صرف خانہ کعبہ کی ساکھ اور حیثیت کو بچالیا، بلکہ ہر ایک پر یہ ثابت کر دیا کہ اس مقدس گھر اور یکتا پرستوں کی عبادت خانے کا مالک خدا کسی بھی حملے کے خلاف اس کا دفاع کرے گا، "تَضْلِيلٌ" ضل کے مادہ سے ہے، ضل، یضل تضلیلاً، الجھانے کے معنی میں ہے، مقصد سے ہٹ جانا، یہاں بے اثر کرنے کا معنی مناسب ہے۔

کیونکہ جب کوئی شخص پروگرام کے مطابق اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے ایک راستے پر چل پڑتا ہے، لیکن باہر سے کوئی رکاوٹ اس کی راہ میں حائل ہوتی ہے، اور اسے راستے سے ہٹا دیتی ہے، یا روک دیتی ہے تو اسے کہتے ہیں: تضلیل: کسی کو اس مقصد سے ہٹانا یا الجھا دینا، جس کی طرف وہ جانا چاہتا ہے۔

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝۳	اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے
---	---------------------------------------

اپنے سپاہیوں میں سے ان پر پرندے مسلط کر دیے جو جھنڈ کے جھنڈ یکے بعد دیگرے آئے اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا "ابابیل" کسی خاص پرندے کا نام نہیں ہے، "طَيْرًا أَبَابِيلَ" یعنی پرندے فوج در فوج، جھنڈ کے جھنڈ مختلف گروہ کی شکل میں، ان پر ٹوٹ پڑے، تو پھر لفظ "طَيْرًا" پرندوں کے جنس کے معنی میں ہے، نہ کہ منفرد کے معنی میں پرندہ۔

مفسرین "ابل" اور ابابیل کی تفسیر میں مختلف معنی پیش کرتے ہیں، مفسرین میں سے ہر ایک نے ان پرندوں کی شکل و صورت کے بارے میں مختلف تفسیریں کی ہیں:

مفسرین ابابیل پرندوں کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وہ ایسے پرندے جو سمندر سے باہر آئے تھے، اور ابرہہ کے سپاہیوں کو ان پتھروں سے جو ان کی چونچ میں تھے مارا اور ہلاک کر دیا، ابن زید لکھتے ہیں کہ: وہ ایسے پرندے تھے جو سمندر سے باہر نکلے تھے، اور ان کے رنگ میں اختلاف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ: وہ سفید تھے، اور بعض نے کہا: وہ سیاہ تھے، ایک اور قول کے مطابق: یہ سبز پرندے

تھے، اور ان کے چونچیں پرندوں جیسی تھیں اور پنچے کتے جیسے اور ان کے سر درندوں جیسے -

محترم قارئین:

آیت مبارکہ "وَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ﴿٣٠﴾" میں آپ نے ملاحظہ فرمایا: جس طرح ابرہہ نے جنگ کے لیے جانوروں (ہاتھی) کا استعمال کیا: خدا تعالیٰ نے بھی اسی کے مطابق اسے جواب دیا، لیکن ابرہہ نے ہاتھی جیسے سب سے بڑے جانور سے اور خدا تعالیٰ نے پرندہ جیسے چھوٹی مخلوق سے اس کا مقابلہ کر کے اسے نیست و نابود کر دیا۔

رب تعالیٰ نے پرندہ بھیجا، غور کریں کتنا خوبصورت ہے، ہاتھی کے مقابلے میں پرندہ، وہ بھی چھوٹے پرندے ابابیل جیسے، ابابیل پرندے کی وضاحت کرتے ہیں، چڑیا کی طرح، شاید اس سے بھی چھوٹا۔

اس چڑیا کو وہ مالک خدا، قادر خدا، مقتدر خدا نے اس اصحاب فیل جیسے طاقتور، ناسمجھ، بے فکر اور بے عقل کی طرف بھیجا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ پس صرف اسلحہ اہم نہیں ہے، اہم وہ ہاتھ ہے جس نے اس اسلحہ کو تھاما ہے، اہم اسلحہ کا مالک ہے کہ اس نے کس مقصد کے لیے اسلحہ کو تھاما ہے؟ رب تعالیٰ نے خود ہی اس اسلحہ کو ہاتھ میں لیا ہے۔

مشہور مفکر و عالم شیخ محمد عبدہ (۲۶۶ھ ۱۹۰۹، ۱۸۳۹، ۱۳۲۳) فرماتے ہیں: کہ اس نافرمان ابرہہ نے جب بیت اللہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو خدا نے ان پرندوں کے ذریعہ (سجیل) جیسی چیز ابرہہ اور اس کے لشکر پر ڈالی کہ اس سے بیماری (جراثیم والی) چیچک ان میں پھیل گئی جس میں وہ مبتلا ہو گئے، اور کعبہ کو ڈھانے اور مکہ پر قبضہ کرنے سے پہلے نابود ہو گئے۔

شیخ محمد عبدہ جز و عم میں اس سورت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان سپاہیوں میں چیچک کی بیماری پھیل گئی۔

عکرمہ نے کہا کہ: یہ پہلی چیچک ہے جو عربوں میں دیکھی گئی ہے، یعقوب عتبہ کا بیٹا اس پیش آنے والے واقعہ کے بارے میں کہتا ہے: پہلا واقعہ جو عرب دنیا نے دیکھا اسی سال میں تھا، اس نے ان کے جسموں کے ساتھ کچھ ایسا کیا جو شاذ و نادر تھا ان کے جسموں کا گوشت ٹکروں میں گر رہا تھا، سپاہی اور ان کا کمانڈر گھبرا کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے، حبشی فوج کا سربراہ بھی اس مرض میں مبتلا تھا، اس کے جسم کا گوشت مسلسل ٹکڑے ہو رہا تھا، یہاں تک کہ اس کا سینہ پھٹ گیا اور صنعاء میں مر گیا۔

جی ہاں! یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک (استثناء) نعمت تھی جو اللہ نے مشرک ہونے کے باوجود اہل مکہ کو عطا فرمائی، اور امن والے حرم کو غاصب دشمن کی چالوں اور مکاریوں سے محفوظ رکھا، تاکہ خاتم النبیین پیغمبر کے وجود مبارک کو برگزیدہ فرمائے، اور لوگوں کو دین حق کی تعلیم دے، اور آسمانی دین کی طاقت سے اس گھر کو برائیوں سے محفوظ رکھے۔

یاد رہے کہ: اللہ کا قانون صرف یہ نہیں ہے جو انسان کو معلوم ہو، اسے دیکھے اور جانچے، انسان خدا کے قانون کا تھوڑا سا حصہ جانتا ہے جتنی سمجھنے کی اس کی صلاحیت ہے، جبکہ اس دنیا میں بہت سی غیر معمولی چیزیں رونما ہوتی ہیں جنہیں انسان سمجھ نہیں پاتا، مثال کے طور پر ابرہہ کی فوج پر پتھروں کی بارش سے ابرہہ کی فوج کا ٹائیفائیڈ اور چیچک کا شکار ہو جانا، اور اس خطے کے عرب لوگوں کا صحت مند رہنا دنیا کی غیر معمولی چیزوں میں سے ایک ہے، (ماخوذ از فی ظلال القرآن)۔

الغرض اللہ نے ابابیلوں کے پے درپے گروہ بھیج کر ان مکاروں کی چال کو مٹا دیا، اور سنگریزوں کے ذریعے ان کو شکست دی۔ (سورہ ہود آیت: ۸۲ اور ۸۳) سورہ حجرات: آیت "۷۳ اور ۷۵" اور چبائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے، اور ان کے جسم پارہ پارہ ہو کر بکھر گئے، یہ ہے ان نافرمانوں کی سزا اور بدلہ جو اللہ کے گھر کی تخریب اور اس کے احکامات کے مقابلے میں کھڑے ہوتے ہیں (تفسیر فی ظلال)۔

تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝	جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے
---	--------------------------------------

"سِجِّيلٍ" لغت میں پتھر اور مٹی کی ملاوٹ والے کنکر کو کہتے ہیں، اس کا اصل فارسی میں "سنگِ گل" تھا یعنی: ٹھیکری، جسے عربی میں تبدیل کر کے "سِجِّيل" کیا گیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ: یہ لفظ دراصل فارسی کے الفاظ سنگ اور گل کا معرب ہے، اور اس سے مراد وہ پتھر ہے جو مٹی کے گارے سے بنا ہو اور آگ میں پک کر سخت ہو گیا ہو، قرآن مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوئی ہے، آیت "۸۵" اور سورہ حجر آیت "۷۴" میں کہا گیا ہے کہ قوم لوط پر سجیل قسم کے پتھر برسائے گئے تھے، اور انہی پتھروں کے متعلق سورہ ذاریات آیت "۳۳" میں فرمایا گیا ہے کہ وہ "حِجَارَةٌ مِّن طِينٍ" یعنی: مٹی کے گارے سے بنے ہوئے تھے (ٹھیکری)۔

اصحابِ فیل پر برسنے والے پتھروں کے سلسلے میں دو باتیں انتہائی غور طلب ہیں:

پہلا: وہ کنکر ابرہہ کے جس سپاہی پر پڑتا اس کا جسم چھلنی ہوجاتا اور وہ مرجاتا۔

دوسرا: ان سنگریزوں کے برسنے کی وجہ سے ابرہہ کی فوج میں چیچک اور ٹائیفائیڈ کی بیماری پھیل گئی، کہ ان میں سے کچھ اس مرض کی بنا پر زمین پر گر گئے اور کچھ فی الفور مر گئے۔

یہ بیماری ان کے بھاگنے کا سبب بنی وہ وہاں نہیں ٹھر سکے (قریشی، سید علی اکبر، تفسیر احسن الحدیث، تہران، طبع سوم جلد ۱۲، صفحہ ۳۶)

بعض معاصر دانشوروں کا خیال ہے کہ پرندوں سے مراد طاعون پھیلانے والے جراثیم ہیں، یا ملیریا کے مچھر تھے یا چیچک کے جراثیم تھے، البتہ آیت کریمہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس نظریہ اور مفہوم کے خلاف ہو۔

عصر حاضر کے علماء اور مفسرین مزید کہتے ہیں کہ: ہم بھی اس نظریہ کو پسند کرتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں، خاص طور پر یہ کہ اس نظریہ کو رد کرنے میں کوئی لغوی اور عملی رکاوٹ نہیں ہے جو پرندے کو جرثومے سے تعبیر کرنے سے روکے اور ایسا بہت مرتبہ ہوا ہے کہ لشکروں اور فوجوں میں طاعون پھیل گیا جو انہیں شکست اور تباہی کی طرف لے گیا، (اعلام قرآن)

اسی طرح مفسرین "سجیل" کے بارے میں کہتے ہیں: مٹی جو پتھر جیسی تھی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ: مٹی تھی، اور تیسرا قول یہ ہے کہ: "سجیل" وہی (سنگ و گل) ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسا پتھر جو سوار شخص پر لگتا تو اس کے جسم کو چھلنی کرتا، اور وہ ہلاک ہوجاتا۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ: پرندوں کے پاس ایسے پتھر تھے جب کسی کو مارتے تو اس کے جسم میں چیچک ہوجاتی۔

عمرو بن حارث بن یعقوب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: مذکورہ پرندوں نے پتھر اپنی چونچوں میں لیے تھے، اور اسے پھینکتے تو جسم کی جلد پر چھالے پڑجاتے اور پھنسیاں پڑجاتیں۔

فطری طریقے یا اللہ کی قدرت سے کنکریوں کا اثر

سورہ فیل اور اس کی تاریخی واقعہ پر ایک سر سری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب فیل کی ہلاکت فطری اور معمول کے طریقے سے نہیں ہوئی ہے، بلکہ اس میں قدرت کی مافوق فطرت طاقت شامل تھی۔

الف: چھوٹے پرندوں کا اڑنا اور کنکریاں اپنے ساتھ لانا مخصوص لوگوں کو نشانہ بنانا اور بڑی فوج کو منتشر کرنا وغیرہ، یہ سب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کسی نے ان کی رہنمائی کی ہے، وہ خود بخود اس

طریقے سے ایسا کام کرنے کے قابل نہیں تھے۔

ب: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات اور عجیب امور صرف نبی کے ہاتھ سے ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ ہر ایسی حالت میں ہوسکتے ہیں جب خدا چاہے، اور ضروری سمجھے (تفسیر نمونہ مکارم شیرازی، جلد کا صفحہ ۳۴۳)

ج: وحی الہی کے ذریعے اصحاب فیل کا واقعہ سنانا اور یہ بیان کرنا کہ اصحاب فیل کی ہلاکت ایک معجزہ ہے، ہمارے دعوے کی کوئی اور دلیل نہیں ہے۔

د: سورة الفیل کے نازل ہونے کے بعد اس کے مشہور ہونے اور ان کی تباہی میں خدائی معجزہ ظاہر ہونے کی وجہ سے قریش نے اس سورہ کے نزول پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

لیکن کنکریاں عام پتھروں کے علاوہ ہوسکتی ہیں اور اس میں ایٹمی مواد ہوسکتا ہے؟

پہلا: یہ خدا کی لا محدود طاقت ہے، اور خدا کنکری یا عام مٹی سے کسی شخص یا گروہ کو ہلاک کرنے پر قادر ہے، (وكان الله على كل شيء قديرًا)۔

دوم: دوسری بات یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ پرندوں کو کسی بھی جگہ بھیجنے پر بھی قادر ہے، کہ ایسے سنگریزے اٹھائیں کہ اس میں ایٹمی طاقت ہو، کہ اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو وہ بڑے پیمانے پر دھماکہ کر سکتے ہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے بتایا، بعض مفسرین نے اس احتمال کا ذکر کیا کہ ان پرندوں نے چیچک اور ٹائیفائیڈ کی وبا پھیلائی، جس سے اصحاب فیل مارے گئے (تفسیر جزء عم: شیخ محمد عبدہ، دار و مكتبة الهلال، بیروت ۱۹۸۰، جلد ۱، ص: ۱۶۰)

البتہ یہ صرف ایک امکان ہے، اصحاب فیل کی موت ایک خدائی معجزہ کی علامت ہے، جیسا کہ آیت بالا ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اصحاب فیل اپنی تمام شان و شوکت اور پوری طاقت کے ساتھ خانہ کعبہ کو ڈھانے آئے تھے، مگر خدا تعالیٰ نے بظاہر ان کو ایک چھوٹی اور معمولی فوج سے کچل دیا۔

چنانچہ اللہ نے ہاتھیوں کو پرندوں سے اور اس زمانے کے جدید ہتھیاروں کو کنکریوں کے ذریعے ناکارہ بنا دیا، تاکہ اس متکبر اور مغرور انسان کی کمزوری اور بے بسی اللہ تعالیٰ کی طاقت کے سامنے ظاہر ہو جائے۔

ذیل کی آیت میں ان کی مشابہت زراعت اور خوشے سے دی گئی ہے جس کے بیج کھائے گئے ہوں اور اس کا بھوسا باقی ہو:

تو ان کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھس ہو

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

آخر کار خدا نے ان کو چبا یا ہوا (اور بکھرا ہوا) بنا دیا، اور ان کی اولاد کو بھی تباہ کر دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب فیل ابابیل پرندوں کے ذریعے نشانہ بننے کے بعد یا تو بے جان لاشوں میں تبدیل ہو گئے، یا کنکریوں نے شدید حرارت کی وجہ سے ان کو اندر سے جلادیا، (تفسیر میزان، جلد ۲۰، ص ۳۶۵)۔

تفسیر البحر میں ہے کہ: حضرت محمد ﷺ کی ولادت کے بابرکت سال اتنے مضبوط دشمن کو پسپا کرنا، آپ کی نبوت کی بشارت میں سے شمار ہوگا۔ کیونکہ اس خصوصیت کے حامل پرندوں کا آنا خارق العادہ اور معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، اور یہ انبیاء کی بعثت کی بنیاد اور پیش خیمہ شمار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے کمزور ترین سپاہیوں کے ذریعے وہ بھی پرندے جو عموماً اتنے طاقتور اور موثر نہیں ہوتے ہیں شکست دے کر نیست و نابود کر دیا، (تفسیر البحر: ۸/۱۵)۔

ہمارا رب اصحاب فیل اور ابرہہ کے سپاہیوں کی تباہی اور شکست بیان کرنے کے بعد سورہ قریش کی پہلی آیت میں جو درحقیقت سورہ فیل کا ضمیمہ ہے، فرماتے ہیں: "لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ ۱۰ الْفِهُمَ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۲ ۰ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۳ ۰ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّنْ جُوعٍ ۴ ۰ وَأَمَّنَّهُم مِّنْ خَوْفٍ ۵ ۰"

1 - اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا، تاکہ قریش ایک دوسرے سے اور مکہ کے لوگوں اور سرزمین سے آشنا اور مانوس ہو جائیں، تاکہ آخری پیغمبر کے ظہور کو پالیں اور اس کے ساتھ ہو جائیں۔

2 - ان میں الفت ڈالنا موسم سرما میں یمن اور گرمیوں کے موسم میں شام کی طرف سفر کرنے کے لیے۔

3 - پس ان کو چاہیے اس گھر (کعبہ معظمہ) کے رب کی عبادت کریں۔

4 - وہ خدا جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف سے محفوظ رکھا۔

سورہ قریش میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ کر دیا، اور ان کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کو پیسے ہوئے بھس کی طرح بکھیر دیا، تاکہ لوگ اس مقدس سرزمین سے مانوس ہو جائیں، اور پیغمبر اسلام کے ظہور کی تیاری ہو۔

"الفت" کے معنی ہیں اجتماعیت محبت کے ساتھ، یکجا کرنا اور ہم آہنگی، قریش اور مکہ کی مقدس زمین اور خانہ کعبہ میں محبت پیدا کرنا ہے، اور (رحلت قریش) سے مراد ان کا مکہ سے باہر کی طرف تجارت کے لیے جانا ہے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خدا نے چاہا کہ قریش گرمیوں کے سفر کے عادی ہو جائیں، اور ان کا ذریعہ معاش بن جائے، کیونکہ قریش اور اہل

مکہ اس علاقے کے مرکزیت اور پر امن ہونے کی وجہ سے یہاں آباد ہوئے، اور بہت سے لوگ حجاز سے ہر سال یہاں آکے مراسم حج ادا کرتے تھے۔ اور معاشی اور ادبی تبادلے ساتھ بھی ہوتے تھے اس سر زمین کی مختلف نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

عام الفیل پیغمبر اسلام کی ولادت کا سال

روایات کے مطابق مؤرخین لکھتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے، نیز ان میں سے اکثر حضرات حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کو ۱۷ ربیع الاول کو صحیح تاریخ مانتے ہیں، (صحیح السیرة النبویة، ابراہیم العلی، صفحہ 41)۔

اسی طرح مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "عام الفیل" میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ ابو طالب کے گھر شعب بنی ہاشم میں مقیم تھی۔ (السیرة النبویہ، ابن کثیر، جلد ۱، ص ۴۷) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ "عام الفیل" میں پیدا ہوئے۔ ابی حویرث کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک بن مروان بن قباث بن اشم کو کہتے سنا: "اے قباث تم عمر میں بڑے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟ قباث نے کہا: رسول اللہ ﷺ مجھ سے عمر میں بڑے تھے اور میں ان سے چھوٹا ہوں، پیغمبر ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے۔"

مخرمہ کہتے ہیں: میں اور پیغمبر ﷺ دونوں عام الفیل کو پیدا ہوئے، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، (تاریخ الطبری/ترجمہ، جلد 2، صفحہ: 707) "وكان مولد رسول الله في عام الفيل، بينه و بين الفيل خمسون ليلة" رسول خدا کی ولادت عام الفیل میں ہوئی تھی، ان کے اور عام الفیل کے واقعہ کے درمیان پچاس راتوں کا وقفہ تھا (تاریخ اليعقوبي، جلد ۲، صفحہ ۷)۔

قال أبو إسحاق: إبراهيم بن المنذر: هذا وهم، والذي لا يشك فيه أحد من علمائنا: أن رسول الله، صلى الله عليه وسلم، ولد عام الفيل، وبعث على رأس أربعين سنة من الفيل. (دلائل النبوة، جلد اول صفحہ 79)۔

محمد بن عمر ہشام بن سعد سے، اور زید بن اسلم سے، عبد اللہ بن علقمة بن فغواء سے، اور اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ عیسیٰ بن طلحہ سے وہ ابن عباس سے، اور موسیٰ بن عبیدہ، محمد بن کعب سے، اور محمد بن صالح عمران بن مناح سے اور قیس بن ربیع ابن اسحاق سے، سعید بن جبیر سے، اور عبد اللہ بن عامر اسلمی ابو تجرأة کی بیٹیوں سے، اور حکیم بن محمد اپنے باپ

سے، قیس بن مخزوم ان سب نے متفقہ طور پر نقل کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کو پیدا ہوئے۔

یحییٰ بن معین حجاج بن محمد سے، وہ یونس بن ابی اسحاق سے، اور وہ سعید بن جبیر سے، اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا: پیغمبر ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے ہیں۔ الطبقات الكبرى (ترجمہ: جلد ۱ ص ۹۵)

"قیل إنه ولد في شعب بنى هاشم، ولا خلاف أنه ولد عام الفيل؛ قيل إنه ولد أول اثنين من ربيع الأول، وقيل: لاثنتي عشرة ليلة خلت منه عام الفيل، إذ ساقه الحبشة إلى مكة في جيشهم يغزون البيت، فردّهم الله عنه، و أرسل عليهم طيرا أبابيل. (الاستيعاب، جلد 1، صفحہ: 30)۔ وقد روى عن أبي جعفر محمد بن علي بن حسين عليهم السلام: أن قدوم الفيل للنصف من المحرم، وبين الفيل وبين مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس وخمسون ليلة"۔

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ: اصحاب فیل کی آمد محرم کے وسط میں تھی، پیغمبر ﷺ کی ولادت اور اس واقعے کے درمیان پچپن راتوں کا وقفہ تھا، (البداية والنهاية، جلد: 2، صفحہ: 262) (اس موضوع کی تفصیل آپ: تاریخ طبری ترجمہ، جلد 2، صفحہ: 707، تاریخ اليعقوبي: جلد 2، صفحہ: 7، دلائل النبوة: جلد 1، صفحہ: 79، الطبقات الكبرى/ترجمہ: جلد 1، صفحہ: 92، البداية والنهاية: جلد 2، صفحہ: 262 میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)۔

عام الفیل میں نبی ﷺ کی ولادت کے بارے میں روایات

جیسا کہ ہم نے کہا: مشہور مسلمان مصنفین رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت کی تاریخ عام الفیل کو سمجھتے ہیں (وہ سال جس میں ابرہہ نے خدا کے گھر پر حملہ کیا تھا)

بعض نے ابرہہ کے حملے کے ۴۰ دن بعد کہا ہے، اور بعض نے " ۵۰ " دن بعد کہا ہے، امام باقرؑ بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ: ہاتھیوں کا حملہ ۱۰ محرم کو ہوا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت اس کے ۵۵ دن بعد ہوئی تھی، کچھ نے کہا کہ عام الفیل پیغمبر کی پیدائش سے دس سال پہلے تھا، یہ ابن ابزی کا قول ہے، بعض دوسروں نے کہا ہے کہ عام الفیل حضرت رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے ۲۳ سال پہلے تھا، یہ شعیب بن شعیب کا قول ہے۔

کچھ لوگوں کا ایک غیر مانوس اور غیر مشہور قول ہے کہ نبی ﷺ کی ولادت

عام الفیل کے ۳۰ ویں سال کو ہوئی، یہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے جو زہری سے بیان کرتے ہیں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت عام الفیل کے چالیس (۴۰) سال بعد ہوئی ہے، یہ ابن عساکر کا قول ہے، جو کہ قابل قبول نہیں ہے۔

خلیفہ بن خیاط نے متعدد واسطوں کے ساتھ کلبی سے اور اس نے ابی صالح سے اور ابی صالح نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل سے ۱۵ سال پہلے متولد ہوئے تھے، البتہ یہ قول ناقابل یقین ہے، اس لیے کہ خلیفہ بن خیاط خود کہتے ہیں کہ نبی ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے تھے۔ (البدایہ و النہایہ، ابن کثیر، بیروت: دارالفکر، 1407 / 1986، جلد 2 صفحہ 262)۔

پیغمبر ﷺ کی تاریخ وفات

مؤرخین کی مطلق اکثریت اپنی تحریر میں لکھتی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ بروز پیر، ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری، غروب آفتاب کے بعد، ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے (اس موضوع کی تفصیل: صحیح مسلم، کتاب الفضائل جلد ۴، ص ۱۸۲۰ میں دیکھی جا سکتی ہے)۔

کیا کعبہ بھی منہدم ہوگا

اس سے پہلے کہ خانہ کعبہ کی تباہی کے بارے میں لکھوں، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ: خانہ کعبہ کی عمارت ۱۰ مرتبہ تعمیر ہو چکی ہے۔ اس کی بنیاد ملائکہ نے رکھی تھی، پھر حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا، پھر حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کی، ان کے بیٹے اسماعیلؑ نے تعمیر کیا، پھر عمالقہ نے تعمیر کیا، اس کے بعد جرہم نے تعمیر کیا، پھر مضر نے، پھر قریش نے تعمیر کیا، پھر عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کا، آخر میں حجاج بن یوسف الثقفی نے تعمیر کیا، اور اس تعمیر کی مرمت (سلطان مراد چہارم) جو عثمانی بادشاہوں میں سے ہے نے ۱۰۴۰ ہجری میں کروائی، مسجد الحرام کے اندر سیلاب داخل ہونے اور اس کے نقصانات کی وجہ سے نئے سرے سے اس کی مرمت کی گئی، یہ عمارت مضبوط اور مکمل طاقت رکھتی ہے جس کی وجہ سے اب تک مستحکم کھڑی ہے۔

ملاحظہ:

سلطان رابع (چہارم) امجد اول کا پہلا بیٹا کوسم سلطان سے اور عثمانی ترک سلطنت کے خلفاء میں سے ایک تھا جس نے مصطفیٰ اول کی برطرفی کے بعد (۱۶۲۴ تا ۱۶۴۰) سلطنت عثمانیہ میں حکومت کی۔ سلطان مراد چہارم گیارہ سال کی عمر میں بادشاہی کے منصب پر پہنچے، ان کے دور حکومت میں کئی فوجی مہمات اور جنگیں ہوئیں، جن میں سے

: قفقاز، ایران، آذر بائیجان ایروان اور تبریز کی فوجی مہمات کو یاد کیا جاسکتا ہے، ان کی ہی دور حکومت تھی کہ: صفویان، بغداد اور بین النہرین سلطنت عثمانی کے قبضہ میں آئے۔

مراد چہارم، ان تمام فتوحات اور خدمات کے بعد حواس نے اسلام اور عثمانی حکومت کے مفادات کے لیے کیں، بالآخر ۱۶۴۰ء میں ۲۷ سال کی عمر میں "نقرس" کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

کیا آخری زمانے میں کعبہ منہدم ہو جائے گا

امام احمد اپنی مسند میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یایح لرجل ما بین الرکن والمقام ولن یستحل البیت إلا اہله، فاذا استحلوه فلا یسأل عن ہلکة العرب، ثم تأتي الحبشة فیخربونہ خرابا لا یعبر بعدہ أبدا وهم الذین یتخرجون کنزہ" ترجمہ: "حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک آدمی کی بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے والے اہل بیت اللہ ہی ہوں گے، جب وہ بیت اللہ کی حرمتوں کو پا مال کریں گے، تو پھر عربوں کی ہلاکت و بربادی عروج پر ہوگی، پھر حبشی آکر اسے ویران کر دیں گے، پھر بیت اللہ آباد نہیں کیا جائے گا یہی لوگ کعبہ کے خزانے نکالیں گے" (سلسلہ الاحادیث الصحیحہ: ۱/۲۴۰)۔

مسند میں امام احمد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حبشہ سے ذوالسویقین آکر خانہ کعبہ کو تباہ کر دے گا، اور اس کے خزانے کو لوٹ لے گا اور اس کا غلاف اتار دے گا، وہ منظر مجھ پر اتنا واضح ہے کہ جیسے میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ اپنے بیلچے اور گینتی سے خانہ کعبہ کو تباہ کر رہا ہے۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أَسْوَدًا أَفْجَحَ يَنْقُضُهَا حَجْرًا حَجْرًا يَعْنِي الْكَعْبَةَ" ترجمہ: "جیسے میں ایک سیاہ فام آدمی کو دیکھ رہا ہوں جس کی ٹانگیں چھوٹی ہیں، کعبہ کا ہر پتھر الگ الگ کر رہا ہے" ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۱/۱۷۸)

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خانہ کعبہ کو ایک حبشی آدمی چھوٹی ٹانگوں والا ویران کر دے گا، ذوالسویقین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس ٹانگیں چھوٹی ہیں (سویقہ: ساق کی تصغیر ہے، اس حبشی آدمی کی ٹانگیں غالباً چھوٹے ہوں گی)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے، تو اس کے

با وجود وہ حبشی شخص کعبہ کو کیسے تباہ کرے گا؟
جواب: حرم کا محفوظ ہونا ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس کا ایک مقررہ وقت ہے، اور وہ قیامت کا قریب آنا اور دنیا کا تباہ ہونا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: اس وقت کے لیے یہ قول صحیح ہے، سوائے اس کے کہ تمام بندوں کے لیے شرعی حکم ضروری ہے، اور خدا نے اسے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے، اور جب کوئی نافرمان اور سرکش انسان کعبہ کی حرمت کو پامال کرتا ہے تو خدا اسے روکتا ہے۔

جیسا کہ ابرہہ کے ساتھ ہوا، بعض اوقات خدا اپنے علم میں موجود مصلحت اور حکمت کی وجہ سے، ایسے مجرموں کو نہیں روکتا، جیسا کہ قرامطہ کا واقعہ ہے کہ، انہوں نے خانہ کعبہ کا تقدس پا مال کیا اور خدا کے محفوظ حرم کے پاس ناقابل بیان جرائم کا ارتکاب کیا، ان کے ساتھ کچھ نہیں ہوا، یہ روایت ذوالخصلہ کے لیے بھی دہرائی گئی۔ (موضوع کی تفصیل کتاب "قیامت صغریٰ و کبریٰ" ڈاکٹر سلیمان اشقر میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)

فرشتوں کا کعبہ

روایات میں کہا گیا ہے کہ: فرشتوں کا روئے زمین کے انسانوں کی طرح آسمان پر بھی خانہ کعبہ کی طرح ایک مقام ہے، جہاں وہ طواف میں مصروف ہیں اور قرآن کریم نے اس جگہ کو "بیت المعمور" کہا ہے، روایات میں ہے کہ ساتویں آسمان پر ہے۔

حدیث میں ہے کہ: ساتویں آسمان پر فرشتوں کا خانہ کعبہ ہے، جہاں وہ اپنے حج کے فرائض انجام دیتے ہیں، اس کعبہ کا نام بیت المعمور ہے، سورہ طور میں ہمارے رب نے اس کی قسم اس طرح کھائی ہے، "وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ" (سورہ طور آیت ۴)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "...ثُمَّ رَفَعَ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَا هَذَا قَالَ هَذَا الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ" پھر انہوں نے مجھے بیت المعمور کا گھر دکھایا، میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ بیت المعمور ہے۔

ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور جب وہ وہاں سے نکلتے ہیں تو دوبارہ اس طرف نہیں لوٹتے، (بخاری: ۳۲۰۷) اور مسلم (۱۶۴) یعنی: بیت المعمور ساتویں آسمان پر رہنے والے فرشتوں کا خانہ کعبہ ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیلؑ کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے دیکھا، کیونکہ وہ زمین پر کعبہ کے بانی ہیں، اور اس کا اجر عمل کے جنس سے ہیں۔

اما م ابن کثیر بیت المعمور کے محل وقوع کے بارے میں فرماتے ہیں بیت المعمور کعبہ کے عین اوپر اور اس کے متوازی واقع ہے، یعنی اگر وہ گرے تو مکہ کے کعبہ پر گرے گا، اور کہتے ہیں کہ ہر آسمان میں ایک گھر ہے جس کے رہنے والے اس میں عبادت کرتے ہیں، اور جو گھر آسمان دنیا میں ہے اسے "بیت العزّة" کہا جاتا ہے۔

ابن کثیر کی روایت کہ بیت المعمور کعبہ کے متوازی واقع ہے دراصل حضرت علیؑ کی روایت ہے۔

ابن جریر خالد بن عر عرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علیؑ سے پوچھا: بیت المعمور کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب میں کہا: "بیت فی السّماء یقال له الضراح بحیال الکعبۃ من فوقها، حرمتہ فی السّماء کحرمتہ ہذا فی الأرض یصلیٰ فیہ کلّ یوم سبعون الف ملک ولا یعودون الیہ أبداً" (ابن حجر: فتح الباری: 308/2)۔

یعنی: ایک گھر جو خانہ کعبہ کے عین اوپر ساتویں آسمان پر ہے اور بیت المعمور کی آسمان میں اتنی ہی عزت ہے جتنی زمین پر خانہ کعبہ کی ہے، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں، اور جو فرشتے اس میں ایک بار داخل ہوتے ہیں دوبارہ کبھی ان کی باری نہیں آتی۔

شیخ ناصر الدین البانی نے عر عر کے سوا اس سند کے تمام رجال کو ثقہ قرار دیا ہے، عر عر سے متعلق کہتے ہیں کہ: وہ مستور الحال ہے، اس کے حالات پوشیدہ ہیں، مگر البانی کہتے ہیں کہ ایک صحیح مرسل روایت اس کے لیے شاہد ہے، اور کہتے ہیں قتادہ نے کہا: نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ بیت المعمور کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا: بیت المعمور آسمان میں ایک مسجد ہے جس کے نیچے کعبہ واقع ہے، اس طرح کہ اگر وہ گرے تو کعبہ پر گرے گا۔

شیخ البانی نے کہا: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جملہ "حیال الکعبہ" احادیث کثرت طرق کی بنا پر درست ہیں، اور اصول حدیث کے مطابق اس کا درست ہونا قابل تائید ہے (مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کریں "سلسلہ الاحادیث الصحیحہ" نمبر: ۴۷۷۰)۔

سبق سیکھنا یا عبرت حاصل کرنا

کہتے ہیں کہ جب انسان دولت اور اقتدار تک پہنچ جاتا ہے تو اپنی حیثیت بھول جاتا ہے، اور اللہ کو بھول جاتا ہے، نمرود، فرعون، شداد، ہامان، ابرہہ اور ان جیسے دوسرے سب اسی گروہ میں سے ہیں، وہ اپنے ہاتھیوں، ٹینکوں اور توپوں سے کھیلتے ہیں، اور اپنے اسباب اور وسائل پر فخر کرتے ہیں، لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک کمزور پرندے سے ہلاک کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سارے کام شاندار اور خارق العادہ ہیں۔

حاصل شدہ سبق

- 1 - نبی ﷺ کو تسلی دینا اس ظلم و ستم کے خلاف جو قریش کے انکار سے آپ کو پہنچ رہا تھا۔
- 2 - قریش کو خدا کے غضب اور انتقام سے ڈرانا اور سرزش کرنا۔
- 3 - خلوک کی منصوبہ بندی میں خدا کی قدرت کا مظہر اور دین و شریعت کے دشمنوں سے اس کا انتقام۔

سورہ فیل کا مقصد

- 1 - کعبہ کی حفاظت کی نعمت یاد دلانا تاکہ قریش شکر گزار ہوں۔
- 2 - کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا ہر حال میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔
- 3 - جب اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی چھوٹے پرندے سے حفاظت کی، تو مطمئن رہو کہ اللہ تعالیٰ مصیبتوں اور آفات میں تیری بھی حفاظت کرے گا۔
- 4 - قریش پر احسانات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کو یاد دلانا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور آپ فکر نہ کریں، اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔

اسلام کے سوا عربوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟

اگر اسلامی عقیدہ، اسلامی تصورات اور افکار کو ایک طرف رکھ دیں تو ان کے پاس کیا چیز ہے جو وہ انسانیت کے سامنے پیش کر سکتے ہیں؟ اور اگر کسی قوم کے پاس انسانوں کے لئے کوئی پیغام نہیں ہے تو وہ قوم ہی کیا ہے؟ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جن اقوام نے کبھی انسانیت کی قیادت کی، ان کے پاس ایک فکر تھی، ایک پیغام تھا جو انہوں نے انسانیت کو دیا، جن اقوام کے پاس کوئی پیغام نہ تھا مثلاً تاتاری، جنہوں نے پورے مشرق کو روند ڈالا اور بربر جنہوں نے عالم عرب پر سے رومیوں کی سلطنت کو ختم کیا، یہ لوگ طویل عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے، بلکہ یہ ان اقوام ہی کے اندر گھل مل گئے جن کو انہوں نے فتح کیا تھا، یاد رہے کہ عربوں نے انسانیت کو جس نظریہ سے نوازا وہ فقط اسلامی نظریہ حیات تھا، اس نظریہ کی وجہ سے وہ عالمی قیادت کے منصب پر فائز ہوئے، جب انہوں نے اس نظریہ کو پس پشت ڈال دیا تو اس کرہ ارض پر ان کا کوئی کام ہی نہ

رہا، تاریخ سے ان کا کردار ختم ہو گیا۔ آج عرب اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اس سبق کو یاد رکھیں، اگر وہ قوت اور قیادت چاہتے ہیں، تو اسلامی نظریہ اپنا کر ہی قیادت کے اہل رہ سکتے ہیں، ورنہ ان کی کوئی حیثیت قائم نہیں ہوسکتی، اللہ ہی ہے جو گمراہوں کو ہدایت دے سکتا ہے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**